بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

عید بھی آپ گزار چکے، سو گزشتہ عید کی مبارک! رمضان بھی آپ گزار چکے، رمضان کی بھی آپ کو مبارک! اصل خوشی تو ماہ رمضان ہی میں رکھی گئی ہے، جس میں قرآن نازل ہوا - اور نزولِ قرآن کا جشن ہر سال اللہ تعالیٰ کی طرف سے منایا جاتا ہے جس میں فرشتے اور مومن سبھی شریک ہوتے ہیں - اِس جشن کا نقطۂ عروج لیلۃ القدر میں رکھا گیا ہے، اور طویل مرحلۂ جشن و تربیت سے بخوبی عہدہ برآ ہونے کی خوشی عید الفطر کی شکل میں منائی جاتی ہے اور عید الفطر کی بھی اصل اسپرٹ دوگانۂ عید اور تکبیرات اور فطرانہ دینے سے حاصل ہوتی ہے - ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب سلسلہ عبادات ہی عبادات اور طاعات ہی طاعات -

رمضان کی روزہ داریوں، تراویح کی شب بیداریوں، لیلۃ القدر کی عبادتوں اور دعاؤں، اعتکاف کی تنہائیوں میں اللہ سے قربتوں اور دینِ حق کی تفہیمات کی سعادتوں، نیز عید الفطر میں اچھے لباسوں اور کھانوں کے ساتھ خدا پرستانہ اظہارِ مسرت کی لذتوں کا ایک ہی بڑا منشا ہے —— لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی خدا چاہتا ہے کہ اس کے بندوں میں تقویٰ کی وہ بنیادی صفت اُبھرے جو خدا سے دوری اور راہ ہدایت سے انحراف اور غلط اور ناجائز اور حرام اُمور کی آلائشوں کے گوارا کرنے پر تیار نہ ہو - تقویٰ وہ عظیم الشان روحانی قوت ہے کہ وہ اگر کام کر رہی ہو تو قتل کے لیے اُٹھنے والے ہاتھ کو پکڑ سکتی ہے - آنکھ سے چھٹنے والے ناوکِ نگاہِ بد کو ہدف پر پہنچنے سے پہلے ہی ملیا میٹ کر سکتی ہے؟ جو لاکھوں کی حرام آمدنی کو کسی ایمان والے فاقہ کش کے ہاتھ کے لیے انگاروں کا ڈھیر بنا سکتی ہے - تقویٰ کارفرما

ہو تو ایسے حیرت ناک واقعات نمودار ہو سکتے ہیں کہ کوئی سلطان یا وزیرِ سلطنت عہدے کو محض اس بنا پر ٹھوکر مار کر تہی دست ہو کر الگ کھڑا ہو جاتا ہے کہ وہ سلطنت غیر الٰہی قانون پر ایک نظامِ باطل کو چلانے کا موجب ہے۔

اِس جوہرِ تقویٰ کے بغیر قرآن کی ہدایت پر عمل نہیں ہو سکتا، اس کا قانون نافذ کرنے کی استطاعت بڑے بڑے شہریاروں میں پیدا نہیں ہو سکتی —— اور اگر تقویٰ بلاشعور کی عمومی سرسری سطح میں بھی پستی آ جائے تو انسانوں کی عام اجتماعی زندگی بھی ضروری تحفظات کے ساتھ بسر نہیں کی جا سکتی۔

اب دیکھ لیجیے اپنے دور کے عالمی علوم اور ترقیات اور ادارات کو اور پھر اندازہ کیجیے کہ انسان کتنی سہولتوں اور سامانوں کے میسر ہوتے ہوئے بھی ایک طرف دوسروں کے لیے وجہِ آزار بنا ہوا ہے اور دوسری طرف اسے اپنی حد تک بھی ذہنی سکون اور قلبی راحت میسر نہیں۔ معاشرہ اور فرد دونوں اپنے اپنے گردابوں میں چکر کھا رہے ہیں اور راہ نجات نہیں۔

اللہ کے عذاب کا یہ سلسلہ بڑا عجیب اور غیر معمولی ہوتا ہے کہ فرد یا معاشرے کو ان کے اپنے ہی اعمال کے کڑوے کسیلے اور زہریلے پانی میں غوطے پر غوطے دیے جائیں اور یہ سلسلہ کہیں نہیں رکتا۔ اس وقت مجموعی طور پر ساری انسانیت اپنی ہی عملی کج فکریوں، اپنے ہی ایجاد کردہ پیچ در پیچ فلسفوں، اپنے ہی بلند بام ارادوں اور اپنی ہی عافیت سوز تفریحات میں ڈبکیاں کھا رہی ہے۔

دُور کی باتوں کو دُور چھوڑیے۔ اپنے یہاں دیکھیے۔

ہم اور آپ کھانے، پہناوے، رہن سہن اور گھریلو سامانوں، آرائشوں اور آسائشوں سے پچھلی نسلوں سے بہت آگے نکل آئے ہیں۔ شرحِ خواندگی کا اضافہ کم سہی، مگر ایک تو بڑے سے بڑے درجہ ہائے تعلیم تک پہنچنے والے اصحاب زیادہ ہیں، ساری قوم کے خیالات و کردار پر اثر انداز ہونے والے ذرائع ابلاغ —— اخبارات، ریڈیو، ٹیلی وژن —— کا طوفان اُمڈ رہا ہے۔ ثقافتی مجالس ہیں۔ سیمینار ہیں، مذاکرے ہیں، نت نئی کتابیں چھپ رہی ہیں۔ رسالے جاری ہیں، کیسٹ ٹیپ پھیل رہے ہیں۔ اب تو ویڈیو کیسٹ کا بھی رواج ہو چلا ہے۔ دینی تقاریب اور جلسے ہوتے ہیں، جمعہ کے خطبات سارے ملک

میں ہو رہے ہیں۔

اِن وجوہ و اسباب کے نتیجے میں پچھلے پچاس سال کے عرصے میں یہاں کے انسان کو بہت بہتر ایمانی و اخلاقی معیار پر آ جانا چاہیے تھا۔ مگر نتیجہ اُلٹ نکلا۔ کیونکہ ان چیزوں میں یہ صلاحیت نہ تھی کہ وہ انسان کو رُوحِ تقویٰ سے مالا مال کر دیتیں۔

پہلے ہمارے ہاں فرقہ وارانہ جھگڑوں کی وجہ سے اضطراب ہوتا تھا۔ لیکن اب تو سیاسی فضا میں بھی بڑی عدم رواداری ہے۔ افراد میں بھی اپنی بات دوسرے پر ٹھونسنے کا جوش بڑھ گیا ہے۔ اور اسی لیے ذرا ذرا سے اختلاف پر چاقو نکل آتے ہیں اور پستول چل جاتے ہیں۔ سیاسی پارٹیوں کی کثرت، ان کا بے اُصولا پن، اُن کے ہاں شرافت کی ٹھوس قدروں کا نقدان، لوگوں کا اِدھر سے نکل کر اُدھر آتے جاتے رہنا، آپس کی کھینچا تانیوں کی وجہ سے خود پاکستان کی وحدت اور نظریۂ پاکستان کے خلاف رنگا رنگ جھنڈوں اور نعروں کا بلند ہو جانا، یہ سب کتنا دردناک نقشۂ احوال ہے۔

پھر معاشرے کا مجموعی سماں یہ ہے کہ ہر کوئی دولت کی پری کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ اور بلند ہوتے ہوئے معیارِ زندگی کے لیے اُچھل رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو ضروریات اور خواہشات کے حوالے کرنے کے بعد وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ چوری کرے، رشوت لے، جعل سازی کرے، ملاوٹ سے کام چلائے، سمگلنگ کا دھندا کرے، سرکاری اموال میں خورد برد کرے یا ٹھیکوں اور بیرونی سودوں میں سے کمیشن لے۔ یہ تجربے جتنے جتنے عام ہو رہے ہیں، وہ اندر کا "سیمرغ" پیٹ بھرنے کے لیے اتنے ہی ہاتھی اور مانگ رہا ہے کہ یہ لاؤ، ورنہ میں تمہیں کھا جاؤں گا۔

آج ہم ایک دوسرے کے لیے جس طرح سانپ اور بچھو بن گئے ہیں، کیا یہ عذاب نہیں ہے؟

اور کیا یہ عذاب نہیں ہے کہ اسلحہ ہمارے ہاں بڑوں، جوانوں اور بچوں کے ہاتھوں میں کھلونوں کی طرح ہے اور لوگ بے باکی سے انسان کو اس طرح مار دیتے ہیں جیسے کوئی چیونٹی مسل دی، اور پھر

اس کارنامہ پر فخر کرتے ہیں۔ مجھے شبہ ہے کہ ہماری دشمن طاقتوں نے ہماری تباہی کا ایک سامان یہ کیا ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں زیادہ سے زیادہ مہلک اسلحہ پہنچا دیا ہے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ جہاں ذرا اختلاف ہوا، یا اپنی بات ٹھونسنی ہوئی، فوراً کلاشنکوف کا دہانہ کھول دیا۔ یعنی ایک دوسرے کو مارتے جاؤ، باہر کے کسی حملے کی ضرورت ہی نہیں، اور کسی دشمن فوج کی احتیاج ہی نہیں، تم خود ہی اپنے دشمن اور خود ہی اپنے قاتل بنتے رہو۔ بڑے پیمانے پر جو کچھ کراچی میں ہوا اور ہو رہا ہے اور مزید ہونے کا خطرہ ہے۔ (خدا کرے کہ نہ ہو) اسے سامنے رکھ کر اندازہ کیجیے کہ ہم اپنی جڑیں آپ کاٹنے میں کتنے استاد ہیں۔ ہم کس طرح پھٹ سکتے ہیں؟ آناً فاناً ہم دشمن نسلی اور علاقائی جتھوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ اپنوں پر ہم بم پھینک سکتے ہیں، اپنوں کو ہلاک کر سکتے ہیں، اور اپنوں کے گھر جلا سکتے ہیں۔ یہ اجتماعی خودکشی کا ایک راستہ ہے جس پر دو ایک قدم چل کر دیکھا گیا ہے کہ یہ کہاں تک کامیاب رہتا ہے، اور ہماری کرم فرما طاقتیں بھی یہ اندازہ کرنا چاہتی ہیں کہ مسلمان ان کے اشاروں پر بے وقوف بن کر کس حد تک جا سکتا ہے۔ ہاں جناب! ہمارا مسلمان بڑی تیز رفتاری سے آپ کے اشاروں پہ بہت دور تک جا سکتا ہے۔ وہ دین، قومی وحدت، ملکی سالمیت اور اپنی آزادی وغیرہ سارے اسباب کو آپ کی جلائی ہوئی آگ میں پھینک سکتا ہے۔

مگر بس اس وقت تک کہ اس کی چشمِ ایمان وا نہ ہو اور اس کی شمعِ شعور روشنی نہ دینے لگے۔

پھر کیا یہ عذاب نہیں کہ دشمن طاقتوں کی تیار کردہ تخریبی قوتیں جابجا تباہی پھیلا رہی ہیں۔ کبھی کسی تھانے کا صفایا ہے، کبھی کہیں سے ریلوے کی پٹڑی اکھیڑ دی ہے، کبھی کسی پل کے ساتھ پلاسٹک بم باندھ دیتے ہیں، کبھی کسی دفتر کو اڑا دیا ہے، اور ہر طرف سے روزانہ بے گناہ انسانی جانوں کی ہلاکت کی خبریں آتی ہیں۔

کیا یہ عذاب نہیں ہے کہ مئی میں شدید سردی اور بارش اور اولوں کی وجہ سے خربوزے اور آم کی فصلوں کی تباہی کے علاوہ گندم کی بربادی بہت بڑے پیمانے پہ ہوئی ہے۔ اور اب اس کے صحیح اعداد و شمار کو چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ سبزیوں کی فصلوں کو نقصان پہنچا ہے۔ علاوہ ازیں اگلے موسم کی فصلوں کی بوائی کا سسٹم بھی درست نہیں رہا۔

ہمارے اکابر تو اس کا ایک ہی علاج جانتے ہیں کہ کچھ تو سڑی ہوئی گندم کو غریب طبقوں کی غذا بنا دیا

جائے، کچھ گندم امریکہ سے لے لی جائے۔ اور کچھ قرضہ زراعتی نقصان کی تلافی کے لیے حاصل کر لیا جائے۔

یہ سارے حالات ایک طرف، اور روس کی آئے دن پاکستانی علاقے پر بمباری اور بھارت کی مسلسل تیاری اور سازشکاری وغیرہ دوسری طرف۔ گویا ہم دوہری مصیبتوں کی زد میں ہیں۔ اور ہمیں خدا سے ڈرنا چاہیے اور اس کی گرفت کا خوف اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

اس موجودہ لمحے کی پیچیدگیوں سے بچ نکلنے کے علاوہ آنے والے مراحل میں اگر تحفظ مطلوب ہو تو خدا پرستی کی راہ اختیار کیجیے، اپنی غلط روشوں پہ توجہ کیجیے اور تقویٰ کے اُصول کو اپنائیے۔

یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ آج مصائب کے جس گھیرے میں ہم گھرے ہوئے ہیں کہیں اس کی وجہ نفاذِ شریعت سے ہمارے حکام اور ہماری پارلیمان کی رُوگردانی تو نہیں؟ اگر ہے تو ووٹروں اور شہریوں کو بھی سوچنا چاہیے کہ ان کے ووٹوں سے جو لوگ نمائندگی پر آئے ہیں اور اختیارات کے مالک ہوئے ہیں۔ ان کے اعمال کی ذمہ داری کیا لوٹ کر خود ووٹروں اور شہریوں پہ تو نہیں آتی؟ یقیناً آتی ہے۔ تو پھر آپ سب کا فرض ہے کہ اپنے منتخب کردہ نمائندوں اور حکام پر دباؤ ڈالیں اور اُن سے مطالبہ کریں کہ وہ شریعت بل کو پاس کر کے خدا کے قانون کو عملاً نافذ کریں۔